سُورَةُ البَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ

﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ﴾ (2:79)

لغوی وضاحت

وَيْلٌ و ي ل	اس مادۃ سے فعل نہیں آتا۔ وَيلٌ اسم ذات ہے ہلاکت، تباہی، بربادی، خرابی۔ صاحب تفسیر حقانی فرماتے ہیں ویل زبان عرب میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کے ہماری زبان میں تف اور منہ پھٹ بولتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم کا ایک کنواں ہے اور ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ کلمہ ویل سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی صورت میں اللہ کی ناراضگی کا ظہور ہو گا۔ ویل اکثر نکرہ استعمال ہوتا ہے اور نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا استعمال ہوتا ہے اور خبر عموما محذوف ہوتی ہے اور اس کیساتھ لام کا صلہ آتا ہے۔ ویل کی اضافت اگر ضمائر کی طرف ہو تو یہ حالت نصب میں ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لام کا صلہ بھی نہیں آتا۔ جیسے وَيْلَكَ اٰمِنْ (الاحقاف: 17) تیرا ستیاناس ہو ایمان لے آ۔

	قال لَهُمْ مُوسى وَيْلَكُمْ لا تَفْتَرُوا عَلَى اللهِ كَذِبًا (طه: 61))اور کہا ان کو حضرت موسی علیہ السلام نے کم بختی تمہاری جھوٹ نہ بولو اللہ پر۔ ویل حرف ندا یا کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے قَالُوا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ (الانبیاء: 14) جیسے کہنے لگے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم گنہگار تھے۔ ویل عربی زبان میں اظہار حیرت اور تعجب کے موقع پر بھی بولتے ہیں جیسے سارہ نے کہا قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَاَنَا عُجُوزًا (هود: 72) وائے حیرانی کیا میں بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میں بوڑھی ہوں۔ یہاں ویل سے مراد اپنے لئے بددعا کرنا نہیں بلکہ تعجب کے اظہار کیلیئے ہے۔اور عورتیں عام طور پر اظہار تعجب کیلیئے ایسے الفاظ استعمال کرتی ہیں۔ جیسے ہماری زبان میں "نگوڑی" کا لفظ۔
يَكْسِبُونَ ك س ب	فعل ثلاثی مجرد میں باب (ض) سے كَسْبًا کمائی کرنا، نفع حاصل کرنے کیلیئے کوئی کام کرنا خواہ ایسا کام انسان اپنی ذات کیلیئے کرے یا کسی دوسرے کیلیئے کرے خواہ اس کا نتیجہ اچھا نکلے یا نقصان اٹھانا پڑے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں قرآن مجید کی اصطلاح میں کسب جزا و سزا کا وہ استحقاق ہے جو آدمی اپنے عمل کے نتیجے میں کماتا ہے۔نیک عمل کرنے والے کی اصل کمائی یہ ہے کہ وہ اللہ کے اجر کا مستحق بنتا ہے اور گمراہی اور بدراہی اختیار کرنے والے کی کمائی وہ سزا ہے جو اسے آخرت میں ملنے والی ہے۔لغات القرآن کے مطابق قرآن مجید میں کسب کا استعمال 6 طریقے سے ہوا ہے: 1: قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی کیلیئے۔

2:اچھے یا برے قول یا فعل کیلئے۔ 3:نیک کام کیلئے۔ 4:برے کام کیلئے۔ 5:مال کمانے کیلئے۔ 6:اولاد کیلئے۔حدیث مبارکہ میں آتا ہے سب سے پاکیزہ رزق وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کے کسب میں سے ہے۔	

لفظي ترجمة

﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ﴾ (2:79)

توان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے، تاکہ اس کے عوض تھوڑی سے قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کریں۔ان پر افسوس ہے، اس لیے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور (پھر) ان پر افسوس ہے، اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

Woe, then, to those who write the book with their hands and then say: This is from Allah, so that they may take for it a small price; therefore woe to them for what their hands have written and woe to them for what they earn.